گُلزارِ اُردو

نویں جماعت کے لیے اُردو کی معاون درسی کتاب

4920

نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ

© NCERT not to be republished

4920- GULZAR-E-URDU (Supplementary Reader)
Textbook for Class IX

ISBN 81-7450-451-6

پہلا ایڈیشن

مارچ 2006 چیتر 1927

دیگر طباعت

دسمبر	2014	پوش	1936
جون	2017	اشاڑھ	1939
فروری	2018	ماگھ	1939
فروری	2019	پوش	1940
اکتوبر	2019	کارتک	1941
مارچ	2021	چیتر	1942

PD NTR SPA

© نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ، 2006

قیمت: 30.00 ₹

جُملہ حقوق محفوظ

- ناشر کی پہلے سے اجازت حاصل کیے بغیر، اس کتاب کے کسی بھی حصے کو دوبارہ پیش کرنا، یادداشت کے ذریعے بازیافت کے سسٹم میں اس کو محفوظ کرنا یا برقیاتی، میکانیکی، فوٹو کاپینگ، ریکارڈنگ کے کسی بھی وسیلے سے اس کی ترسیل کرنا منع ہے۔
- اس کتاب کو اس شرط کے ساتھ فروخت کیا جارہا ہے کہ اسے ناشر کی اجازت کے بغیر، اس شکل کے علاوہ جس میں کہ یہ چھاپی گئی ہے یعنی، اس کی موجودہ جلد بندی اور سرورق میں تبدیلی کرکے، تجارت کے طور پر نہ تو مستعار دیا جاسکتا ہے، نہ دوبارہ فروخت کیا جاسکتا ہے، نہ کرایہ پر دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی تلف کیا جاسکتا ہے۔
- کتاب کے صفحہ پر جو قیمت درج ہے وہ اس کتاب کی صحیح قیمت ہے۔ کوئی بھی نظرثانی شدہ قیمت چاہے وہ ربر کی مہر کے ذریعے یا چپپی یا کسی اور ذریعے ظاہر کی جائے تو وہ غلط متصوّر ہوگی اور ناقابل قبول ہوگی۔

این سی ای آر ٹی کے پبلی کیشن ڈویژن کے دفاتر

این سی ای آر ٹی کیمپس
سری اروندو مارگ
نئی دہلی - 110016

108,100 فٹ روڈ ہوسڈے کیرے ہیلی
ایکسٹینشن بناشنکری III اسٹیج
بینگلورو - 560085

نوجیون ٹرسٹ بھون
ڈاک گھر، نوجیون
احمد آباد - 380014

سی ڈبلیو سی کیمپس
بمقابل ڈھانکل بس اسٹاپ، پانی ہاٹی
کولکاتا - 700114

سی ڈبلیو سی کامپلیکس
مالی گاؤں
گواہاٹی - 781021

اشاعتی ٹیم

ہیڈ، پبلی کیشن ڈویژن	:	انوپ کمار راجپوت
چیف ایڈیٹر	:	شویتا اُپل
چیف پروڈکشن آفیسر	:	ارون چتکارا
چیف بزنس منیجر (انچارج)	:	وپن دیوان
ایڈیٹر	:	سید پرویز احمد
پروڈکشن آفیسر	:	عبدالنعیم

سرورق اور آرٹ
وی۔ منیشا

این سی ای آر ٹی واٹر مارک 80 جی ایس ایم کاغذ پر شائع شدہ

سکریٹری، نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ، شری اروندو مارگ، نئی دہلی۔110016 نے ______ میں چھپوا کر پبلی کیشن ڈویژن سے شائع کیا۔

© NCERT not to be republished

پیش لفظ

’قومی درسیات کا خاکہ، 2005‘ میں سفارش کی گئی ہے کہ بچوں کی اسکول کی زندگی، ان کی باہر کی زندگی سے ہم آہنگ ہونی چاہیے۔ یہ زاویۂ نظر کتابی علم کی اُس روایت کی نفی کرتا ہے جس کے باعث آج تک ہمارے نظام میں اسکول، گھر اور سماج کے درمیان فاصلے حائل ہیں۔ نئے قومی درسیات پر مبنی نصاب اور درسی کتابیں اسی بنیادی خیال پر عمل آوری کی ایک کوشش ہے۔ اس کوشش میں مختلف مضامین کو ایک دوسرے سے الگ رکھنے اور رٹ کر پڑھنے کے طریقۂ کار کی حوصلہ شکنی بھی شامل ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ان اقدامات سے قومی تعلیمی پالیسی (1986) میں مذکور ’تعلیم کے طفل مرکوز نظام‘ کی طرف مزید پیش رفت ہوگی۔

اس کوشش کی کامیابی کا انحصار ان قدامات پر ہے کہ سبھی اسکول کے پرنسپل اور اساتذہ بچوں کو اپنے تاثرات خود ظاہر کرنے اور ذہنی سرگرمیوں اور سوالوں کے ذریعے سیکھنے میں ان کی ہمّت افزائی کریں۔ ہمیں یہ ضرور تسلیم کرنا چاہیے کہ بچوں کو اگر موقعہ، وقت اور آزادی دی جائے تو وہ بڑوں سے حاصل شدہ معلومات سے وابستہ ہوکر، نئی معلومات مرتّب کرتے ہیں۔ آموزش کے دوسرے ذرائع اور محل وقوع کو نظر انداز کرنے کے بنیادی اسباب میں سے ایک اہم سبب مجوزہ درسی کتاب کو امتحان کے لیے واحد ذریعہ بنانا ہے۔ بچّوں کے اندر تخلیقی صلاحیت اور پیش قدمی کے رجحان کو فروغ دینا اُسی وقت ممکن ہے جب ہم آموزشی عمل میں بچوں کو بحیثیت شریک کار قبول کریں اور ان سے اُسی طرح پیش آئیں۔ انھیں محض مقررہ معلومات کا جانکار نہ سمجھیں۔

یہ مقاصد اسکول کے معمولات اور طریقۂ کار میں معقول تبدیلی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ روزمرّہ نظام الاوقات (Time-Table) میں لچیلا پن اُسی قدر ضروری ہے جتنی کہ سالانہ کیلنڈر کے نفاذ میں سخت محنت کی تاکہ تدریس کے لیے مطلوبہ ایّام کو حقیقتاً تدریس کے لیے

© NCERT not to be republished

وقف کیا جاسکے۔ تدریس اور اندازِ قدر کے طریقوں سے بھی اس امر کا تعیّن ہوگا کہ یہ درسی کتاب بچوں میں ذہنی تناؤ اور اکتاہٹ کا ذریعہ بننے کے بجائے ان کی اسکولی زندگی کو خوش گوار بنانے میں کس حد تک موثر ثابت ہوتی ہے۔ نصابی بوجھ کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے نصاب سازوں نے مختلف سطحوں پر معلومات کی تشکیل نو اور اُسے نیا رُخ دینے کی غرض سے بچّوں کی نفسیات اور تدریس کے لیے دستیاب وقت پر زیادہ سنجیدگی کے ساتھ توجہ دی ہے۔ اس مخلصانہ کوشش کو مزید بہتر بنانے کے لیے یہ درسی کتاب سوچنے اور حیرتوں کو جگائے رکھنے، چھوٹے گروپوں میں بحث ومباحثہ کرنے اور عملاً انجام دی جانے والی سرگرمیوں کو زیادہ اوّلیت دیتی ہے۔

این سی ای آر ٹی اس کتاب کے لیے تشکیل دی جانے والی ''کمیٹی برائے درسی کتاب'' کی مخلصانہ کوششوں کی شکرگزار ہے۔ کونسل زبانوں کے مشاورتی گروپ کے چیئرمین پروفیسر نامور سنگھ اور اس کتاب کے خصوصی صلاح کار پروفیسر شمیم حنفی کی ممنون ہے۔ اس درسی کتاب کی تیاری میں جن اساتذہ نے حصّہ لیا ہم ان کے متعلقہ اداروں کے بھی شکرگزار ہیں۔ ہم ان سبھی اداروں اور تنظیموں کے بھی احسان مند ہیں جنھوں نے اپنے وسائل، مآخذ اور عملے کی فراہمی میں فراخ دلی کا ثبوت دیا۔

ہم، وزارت برائے فروغِ انسانی وسائل کے شعبے برائے ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کی جانب سے پروفیسر مرنال مری اور پروفیسر جی۔ پی دیش پانڈے کی سربراہی میں تشکیل شدہ نگراں کمیٹی (مانیٹرنگ کمیٹی) کے اراکین کا بھی خصوصی شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے اپنا قیمتی وقت اور تعاون ہمیں دیا۔ باضابطہ اصلاح اور اپنی اشاعت کے معیار کو مسلسل بہتر بنانے کے مقصد کی ایک تنظیم کے طور پر این سی ای آر ٹی تمام مشوروں اور آرا کا خیر مقدم کرتی ہے تاکہ کتاب کو مزید نظرِ ثانی کے بعد اور زیادہ کارآمد اور بامعنی بنایا جاسکے۔

نئی دہلی | ڈائریکٹر

28 دسمبر 2005 | نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ

© NCERT not to be republished

اس کتاب کے بارے میں

معاون درسی کتاب (Supplementary Reader) کے بارے میں ایک عام تاثر یہ ہے کہ اس کتاب کو تفصیلی مطالعے کے لیے مروّجہ کتابوں کی بہ نسبت زیادہ دلچسپ اور سہل ہونا چاہیے۔ اس کا مقصد طالب علم کے ادبی مذاق و مزاج میں اضافہ کرنا، مطالعے کا شوق پیدا کرنا اور ایک طرح کی جمالیاتی تربیت بھی ہے۔

کونسل کے زیرِ اہتمام تیار کی جانے والی یہ کتاب ''گلزارِ اُردو'' نویں جماعت کے طلبا کو معاون درسی کتاب کے طور پر پڑھانے کے لیے ہے۔ اس کا خاص مقصد اُردو زبان و ادب سے طلبا کی دلچسپی میں اضافہ کرنا ہے۔ اسباق کے انتخاب میں طلبا کی ذہنی سطح اور قومی مزاج کے ساتھ ساتھ زبان و اسلوب کی دلچسپی پر بھی خاص توجہ دی گئی ہے۔ اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ اُردو کو صرف ادب کی زبان کے طور پر نہ پڑھایا جائے بلکہ ہمارے طلبا اس کے علمی سرمائے کی قدر و قیمت سے بھی آگاہ ہوسکیں۔

ہر سبق سے پہلے اُس کے مصنف کا تعارف کرایا گیا ہے۔ سبق کے بعد سوالات کے ذریعے طلبا کی فکری اور تخلیقی صلاحیتوں کو اُبھارنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہمارے ملک میں بہت سی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ اسی طرح ہمارے ملک کی تہذیب اور معاشرت میں بھی بہت رنگارنگی ہے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ طالب علموں میں اس حقیقت کا شعور گہرا ہوسکے۔ ثانوی سطح پر یہ مناسب سمجھا گیا کہ نویں جماعت کی معاون درسی کتاب شعری اصناف کے لیے اور دسویں جماعت کی معاون درسی کتاب، نثری اصناف کے لیے مختص کر دی جائے۔ لہٰذا زیرِنظر کتاب 'گلزارِ اردو' نویں جماعت کے طلبا میں اردو شاعری کی دو نمائندہ اصناف غزل اور نظم کی

© NCERT not to be republished

خصوصیات کا شعور عام کرنے کی غرض سے مرتب کی گئی ہے۔

طلبا پر نصاب کا بوجھ زیادہ نہ ہو اس لیے کتاب کی ضخامت قدرے کم رکھی گئی ہے۔

کتاب کی تیّاری کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جو اُردو اساتذہ، ماہرین تعلیم اور ایک خصوصی صلاح کار پر مشتمل تھی۔ ان سب کے اشتراک وتعاون سے اس کتاب کو آخری شکل دی گئی ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ طلبا، مطلوبہ معیار کے مطابق نہ صرف اُردو زبان وادب سے متعارف ہوسکیں گے بلکہ ان میں اُردو کی دوسری کتابوں کے مطالعے کا شوق بھی پیدا ہوگا۔ یہ وضاحت ضروری ہے کہ مصنّفین کے سوانح سے متعلق تاریخوں کے سلسلے میں مستند مآخذ سے استفادہ کیا گیا ہے:

اُردو اساتذہ اور ماہرینِ تعلیم سے درخواست ہے کہ وہ اس کتاب سے متعلق عملی اور تدریسی تجربات کی روشنی میں ہمیں اپنے مشوروں سے نوازیں تاکہ آئندہ اس کتاب کو مزید بہتر بنایا جاسکے۔

© NCERT not to be republished

کمیٹی برائے درسی کتاب

چیئرمین، مشاورتی کمیٹی برائے زبان

نامور سنگھ، پروفیسر، ایمرٹس جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی

خصوصی صلاح کار

شمیم حنفی، ریٹائرڈ پروفیسر، جامعہ ملّیہ اسلامیہ، نئی دہلی

چیف کوآرڈی نیٹر

رام جنم شرما، سابق پروفیسر اور ہیڈ، ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن اِن لینگویجز، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی

اراکین

صغرا مہدی، ریٹائرڈ پروفیسر، جامعہ ملّیہ اسلامیہ، نئی دہلی

ابوالکلام قاسمی، پروفیسر، شعبۂ اُردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، اتر پردیش

قاضی عبیدالرحمٰن ہاشمی، پروفیسر اور صدر شعبۂ اردو، جامعہ ملّیہ اسلامیہ، نئی دہلی

آفاق حسین صدّیقی، پروفیسر، شعبۂ اُردو، مادھو کالج، اُجّین، مدھیہ پردیش

اسلم پرویز، ریٹائرڈ ایسوسی ایٹ پروفیسر، جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی

محمد فیروز، ریڈر (ریٹائرڈ)، شعبۂ اردو، ذاکر حسین کالج، نئی دہلی

قدسیہ قریشی، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، ستیہ وتی کالج، اشوک وہار، دہلی

ابنِ کنول، پروفیسر، شعبۂ اُردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی

حدیث انصاری، اسسٹنٹ پروفیسر، اسلامیہ کریمیہ کالج، اندور، مدھیہ پردیش

© NCERT not to be republished

نعیم انیس، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، کلکتہ گرلس کالج، کولکاتا، مغربی بنگال

گوہر سلطان، وائس پرنسپل، گورنمنٹ سینیر سیکنڈری اسکول، دریا گنج، نئی دہلی

شمامہ بلال، پی جی ٹی اُردو، جامعہ سینیر سیکنڈری اسکول، نئی دہلی

ماہ طلعت علوی، ٹی جی ٹی اُردو، جامعہ مڈل اسکول، نئی دہلی

حلیمہ سعدیہ، ٹی جی ٹی، ہمدرد پبلک اسکول، سنگم وہار، نئی دہلی

ممبر کوآرڈی نیٹر

محمد نعمان خاں، ریٹائرڈ پروفیسر، ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن اِن لینگویجز، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی

© NCERT not to be republished

اظہارِ تشکر

اس کتاب میں فیض احمد فیضؔ، معین احسن جذبیؔ، ناصرؔ کاظمی، خلیلؔ الرحمٰن اعظمی اور پروینؔ شاکر کی غزلیں اور اسرار الحق مجازؔ، علی سردارؔ جعفری، جاں نثار اخترؔ اور اخترؔ الایمان کی نظمیں شامل ہیں۔ کونسل ان سبھی کے وارثین کا شکریہ ادا کرتی ہے۔

اس کتاب کی تیاری کے لیے کونسل ان سبھی حضرات کی شکر گزار ہے : کاپی ایڈیٹر ڈاکٹر مشرف علی، پروف ریڈر جمال احمد، ڈی ٹی پی آپریٹرز ڈاکٹر محمد ضیاء الہدیٰ انصاری اور جناب معراج احمد اور کمپیوٹر اسٹیشن انچارج پرش رام کوشک۔

© NCERT not to be republished

© NCERT
not to be republished

ترتیب

پیش لفظ *iii*

اس کتاب کے بارے میں *v*

حصّہ اول

غزلیات

غزل 3

خواجہ میر دردؔ 4

تہمتِ چند اپنے ذمّے دَھر چلے 5

حکیم مومن خاں مومنؔ 6

غیروں پہ کُھل نہ جائے کہیں راز دیکھنا 7

نواب مرزا خاں داغؔ دہلوی 8

خاطر سے یا لحاظ سے میں مان تو گیا 9

علامہ اقبالؔ 10

پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن 11

علی سکندر جگر مرادآبادی 13

کبھی شاخ و سبزہ و برگ پر کبھی غنچہ و گل و خار پر 14

© NCERT not to be republished

فیض احمد فیضؔ 15

گلوں میں رنگ بھرے، بادِ نو بہار چلے 16

معین احسن جذبیؔ 17

مرنے کی دعائیں کیوں مانگوں، جینے کی تمنّا کون کرے 18

ناصرؔ کاظمی 19

ترے خیال سے لَو دے اُٹھی ہے تنہائی 20

خلیلؔ الرّحمٰن اعظمی 21

تری صدا کا ہے صدیوں سے انتظار مجھے 22

پروینؔ شاکر 23

بارش ہوئی تو پھولوں کے تن چاک ہو گئے 24

حصّہ دوم

منظومات

نظم 27

نظیرؔ اکبرآبادی 29

بنجارا 30

اسمٰعیلؔ میرٹھی 33

کیے جاؤ کوشش 34

© NCERT not to be republished

اکبرالہ آبادی	36
فرضی لطیفہ	37
شوقؔ قدوائی	39
پھول کی فریاد	40
جوشؔ ملیح آبادی	42
بدلی کا چاند	43
اسرارالحق مجازؔ	45
رات اور ریل	46
علی سردارؔ جعفری	48
میرا سفر	49
جاں نثار اخترؔ	53
اتّحاد	54
اخترؔ الایمان	56
اعتماد	57

© NCERT not to be republished

غزل

'غزل' عربی کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں محبوب سے باتیں کرنا، عورتوں سے باتیں کرنا۔ وہ شاعری جسے غزل کہتے ہیں اس میں بنیادی طور پر عشقیہ باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ لیکن آہستہ آہستہ غزل میں دوسرے مضامین بھی داخل ہوتے گئے ہیں اور آج یہ کہا جاسکتا ہے کہ غزل میں تقریباً ہر طرح کی باتیں کی جاسکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غزل اُردو کی سب سے مقبول صنفِ سخن ہے۔ غزل کا ہر شعر عام طور پر اپنے مفہوم کے اعتبار سے مکمل ہوتا ہے۔

جس طرح غزل میں مضامین کی قید نہیں ہے اسی طرح اشعار کی تعداد بھی مقرّر نہیں۔ یوں تو غزل میں عموماً پانچ یا سات شعر ہوتے ہیں، لیکن بعض غزلوں میں زیادہ اشعار بھی ملتے ہیں۔ کبھی کبھی ایک ہی بحر، قافیے اور ردیف میں شاعر ایک سے زیادہ غزلیں کہہ دیتا ہے۔ اس کو 'دوغزلہ'، 'سہ غزلہ'، 'چہار غزلہ' کہا جاتا ہے۔

کسی غزل کے اگر تمام شعر موضوع کے لحاظ سے آپس میں یکساں ہوں تو اسے غزلِ مسلسل کہتے ہیں اور اگر شاعر غزل کے اندر کسی ایک مضمون یا تجربے کو ایک سے زیادہ اشعار میں بیان کرے تو اسے قطعہ اور ایسے اشعار کو قطعہ بند کہتے ہیں۔

غزل کا پہلا شعر جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں 'مطلع' کہلاتا ہے۔ مطلع کے بعد والا شعر 'زیبِ مطلع' یا 'حسنِ مطلع' کہلاتا ہے۔ غزل میں ایک سے زیادہ مطلعے بھی ہوسکتے ہیں۔ انھیں مطلع ثانی (دوسرا) مطلع ثالث (تیسرا) کہا جاتا ہے۔ غزل کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلّص استعمال کرتا ہے 'مقطع' کہلاتا ہے۔ غزل کا سب سے اچھّا شعر 'بیت الغزل' یا 'شاہ بیت' کہلاتا ہے۔ جس غزل میں ردیف نہ ہو اور صرف قافیے ہوں، اس کو 'غیر مردّف غزل' کہتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

خواجہ میر دردؔ

(1785 – 1721)

سیّد خواجہ میر نام، دردؔ تخلّص تھا۔ ان کا سلسلۂ نسب خواجہ بہاء الدّین نقشبندی سے ملتا ہے۔ اسی نسبت سے دردؔ کو تصوّف ورثے میں ملا۔ ان کے بزرگ بخارا سے آکر دلّی میں آباد ہو گئے تھے۔

دردؔ نے اپنے والد خواجہ محمد ناصر عندلیبؔ سے تعلیم حاصل کی۔ دردؔ کی طبیعت میں سادگی اور قناعت پسندی بہت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ دلّی کی تباہی کے زمانے میں، جب کہ اکثر شعرا دوسری ریاستوں کا رُخ کر رہے تھے، دردؔ نے دلّی سے باہر جانا گوارا نہ کیا اور اسی شہر میں زندگی گزار دی۔ وہ خوددار طبیعت کے مالک تھے۔ انھوں نے کسی امیر یا بادشاہ کی مدح نہیں کی۔

دردؔ نے تصوّف کے باریک نکات کو نہایت خوبی سے ادا کیا ہے۔ تشبیہات کے برمحل اور نادر استعمال نے اشعار کے حسن کو نکھار دیا ہے۔ عام طور پر چھوٹی بحروں میں ان کی غزلیں زیادہ رَواں اور پُر اثر ہوتی ہیں۔ ان کے چھوٹے سے دیوان میں اچھے شعروں کی تعداد خاصی ہے۔ صوفیانہ رنگ کے ساتھ ساتھ دردؔ کے یہاں عشقیہ شاعری کے بھی بہت اچھے نمونے ملتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

غزل

تہمتِ چند اپنے ذِمّے دَھر چلے　　جِس لیے آئے تھے، ہم سو کر چلے
زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے　　ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے
دوستو دیکھا تماشہ یاں کا بس　　تم رہو، اب، ہم تو اپنے گھر چلے
شمع کے مانند ہم اس بزم میں　　چشمِ نم آئے تھے ، دامن تر چلے

دردؔ کچھ معلوم ہے یہ لوگ سب
کس طرف سے آئے تھے کیدھر چلے

خواجہ میر دردؔ

سوالوں کے جواب لکھیے

1. پہلے شعر میں 'تہمتِ چند اپنے ذِمّے دَھر چلے' سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
2. شاعر نے زندگی کو طوفان کیوں کہا ہے؟
3. چوتھے شعر میں، شاعر، شمع کے حوالے سے کیا بات کہنا چاہتا ہے؟
4. آخری شعر میں زندگی کی کس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؟

© NCERT not to be republished

حکیم مومن خاں مومن

(1800 – 1852)

حکیم مومن خاں نام، مومن تخلص تھا۔ دلّی میں پیدا ہوئے۔ اُن کا خاندانی پیشہ طبابت تھا لیکن انھیں طِب کے علاوہ دوسرے بہت سے علوم اور فنون مثلاً منطق، ہیئت، نُجوم اور ریاضی میں بھی مہارت حاصل تھی۔ مومن اپنے زمانے کے نہایت ذی علم اور ذہین لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ اُنھیں فارسی زبان پر بھی قدرت حاصل تھی۔ اُن کا فارسی کلام اعلیٰ درجے کا ہے۔ مومن کا نسبتاً کم عمر میں اپنے مکان کے کوٹھے سے گِر کر انتقال ہوا۔

مومن کی شاعری پُر اثر مگر محدود انداز کی ہے۔ ان کے اکثر اشعار مشکل ہوتے ہیں کیونکہ وہ اشاروں سے زیادہ کام لیتے ہیں۔ عاشق اور معشوق کے درمیان جو مختلف طرح کی باتیں ہوتی ہیں، ان کے عاشقانہ بیان کو ''معاملہ بندی'' کہتے ہیں۔ معاملہ بندی مومن کا خاص میدان ہے۔ ان کا کمال یہ ہے کہ پیچیدہ اور آسانی سے سمجھ میں نہ آنے والے طرز کے باوجود، انھوں نے معاملہ بندی کو بڑی خوبی سے نبھایا ہے۔ مومن کے کلام میں ''مکرِ شاعرانہ'' کی اچھّی مثالیں ملتی ہیں۔ انھوں نے تخلص کے استعمال سے اپنے مقطعوں میں بھی خاص معنویت پیدا کی ہے۔

© NCERT not to be republished

غزل

غیروں پہ کُھل نہ جائے کہیں راز دیکھنا
میری طرف بھی غمزۂ غمّاز دیکھنا

اُڑتے ہی رنگِ رُخ مرا نظروں سے تھا نہاں
اس مُرغ پَر شکستہ کی پرواز دیکھنا

دُشنامِ یار طبعِ حزیں پر گراں نہیں
اے ہم نفس نزاکتِ آواز دیکھنا

دیکھ اپنا حالِ زار منجّم ہوا رقیب
تھا سازگار، طالعِ ناساز دیکھنا

کُشتہ ہوں اس کی چشمِ فسوں گر کا اے مسیح
کرنا سمجھ کے دعوئے اعجاز دیکھنا

ترکِ صنم بھی کم نہیں سوزِ جحیم سے
مومنؔ غمِ مآل کا آغاز دیکھنا

مومن خاں مومنؔ

سوالوں کے جواب لکھیے

1. شاعر کو کس راز کے کُھل جانے کا خوف ہے؟
2. رنگِ رُخ اُڑنے کا اشارہ کس طرف ہے اور شاعر پَر شکستہ کس کو کہہ رہا ہے؟
3. 'طبعِ حزیں پر دُشنامِ یار' گراں کیوں نہیں ہے؟
4. غزل کے کس شعر میں تلمیح کا استعمال ہوا ہے اور اس کا مطلب کیا ہے؟

© NCERT not to be republished

نوّاب مرزا خاں داؔغ دہلوی

(1905 – 1831)

مرزا خاں نام، داؔغ تخلّص تھا۔ نواب شمس الدّین احمد خان رئیس لوہارو کے بیٹے تھے۔ دہلی میں پیدا ہوئے، لال قلعے میں پرورش پائی۔ ذوقؔ کے شاگرد تھے۔ 1857 کے بعد رام پور چلے گئے۔ 1888 میں حیدرآباد پہنچے۔ میر محبوب علی خاں آصف جاہ اُن کے شاگرد ہوئے۔ انھوں نے اپنے استاد داؔغ دہلوی کو 'ناظم یار جنگ'، 'دبیرالدّولہ'، 'فصیح الملک' کا خطاب عطا کیا اور گراں قدر وظیفہ مقرّر کیا۔ آخر دم تک عزّت و وقار کی زندگی بسر کی۔ کلام کے مجموعے 'گلزارِ داؔغ'، 'آفتابِ داؔغ'، 'فریادِ داؔغ'، 'مہتابِ داؔغ' اور 'یادگارِ داؔغ' شائع ہو چکے ہیں۔

داؔغ کو دہلی کی زبان اور محاورے پر قدرت حاصل تھی۔ وہ روزمرّہ کے استعمال کا خاص سلیقہ رکھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اُردو زبان کی باریکیوں کو سمجھنا آسان نہیں ہے۔ داؔغ کی زبان دانی کا دبدبہ اتنا تھا کہ اس زمانے کے بہت سے شاعروں نے ان سے اصلاح لی۔ علامہ اقبالؔ نے بھی اپنا ابتدائی کلام داؔغ کو دکھایا تھا اور داؔغ سے اس تعلق پر فخر کرتے تھے۔ زبان کے مزے اور بیان کی شوخی کے لحاظ سے داؔغ ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

غزل

خاطر سے یا لحاظ سے، میں مان تو گیا
جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا

ڈرتا ہوں دیکھ کر دلِ بے آرزو کو میں
سنسان گھر یہ کیوں نہ ہو، مہمان تو گیا

دیکھا ہے بُت کدے میں جو، اے شیخ کچھ نہ پوچھ
ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان تو گیا

افشائے رازِ عشق میں گو ذِلّتیں ہوئیں
لیکن اُسے جَتا تو دیا، جان تو گیا

گو نامہ بر سے خوش نہ ہوا، پر ہزار شکر
مجھ کو وہ میرے نام سے پہچان تو گیا

ہوش و حواس و تاب و تواں داغؔ جا چکے
اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا

نوّاب مرزا داغؔ دہلوی

© NCERT not to be republished

سوالوں کے جواب لکھیے

1. شاعر نے دلِ بے آرزو کو سنسان گھر کیوں کہا ہے؟
2. تیسرے شعر میں شاعر، شیخ سے متعلق کیا بات کہنا چاہتا ہے؟
3. درج ذیل شعر کا مفہوم واضح کیجیے:

   افشائے رازِ عشق میں گو ذِلّتیں ہوئیں
   لیکن اسے جَتا تو دیا، جان تو گیا
4. پانچویں شعر میں شاعر کا محبوب نامہ بر کی آمد پر خوش نہیں پھر بھی شاعر ہزار شکر کیوں ادا کر رہا ہے؟

علّامہ اقبالؔ

(1938–1877)

پورا نام شیخ محمد اقبال تھا۔ شیخ نور محمد کے بیٹے تھے۔ سیالکوٹ، پنجاب کے رہنے والے تھے۔ اقبالؔ کی ابتدائی تعلیم مشن کالج سیالکوٹ میں ہوئی۔ فلسفہ اور علومِ جدیدہ کی تعلیم کے لیے لاہور چلے گئے پھر ولایت کا سفر کیا اور کیمبرج سے فلسفے میں سندِ امتیاز حاصل کی۔ جرمنی سے ڈاکٹریٹ اور لندن سے بیرسٹری کی تعلیم پوری کی۔

شاعری کا آغاز کالج کے زمانے سے ہی ہوگیا تھا۔ ابتدائی دور کی شاعری میں قومی موضوعات نمایاں ہیں۔ بعد میں ان کی توجہ بین الاقوامی مسائل اور فلسفے کی طرف بڑھتی گئی۔

علّامہ اقبالؔ نے اردو شاعری کو ایک نیا رنگ و آہنگ عطا کیا ہے۔ انگریزی حکومت کی طرف سے ان کی شاعرانہ عظمت کے اعتراف میں اُنھیں ''سر'' کا خطاب عطا ہوا۔ اُردو میں چار مجموعے 'بانگِ درا'، 'بالِ جبریل'، 'ضربِ کلیم'، اور 'ارمغانِ حجاز' شائع ہوئے۔ انگریزی نثر میں بھی انھوں نے کتابیں لکھی ہیں۔ اردو کے ساتھ ان کی فارسی شاعری کو بھی غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی۔ فارسی کلام کے جو مجموعے بہت مشہور ہوئے ان میں 'جاوید نامہ'، 'پیام مشرق'، مثنوی 'اسرارِ خودی' اور 'رموزِ بے خودی' خاص ہیں۔

اقبالؔ کا شمار اردو اور فارسی کے عظیم شاعروں میں ہوتا ہے۔ وہ بنیادی طور پر نظم کے شاعر ہیں لیکن ان کی غزلیں بھی اعلیٰ معیار کی ہیں۔

© NCERT not to be republished

غزل

پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اُکسانے لگا مرغِ چمن

پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اُودے اُودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے پیرہن

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغِ زندگی
تُو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

مَن کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے! آتا ہے دھن، جاتا ہے دھن

مَن کی دنیا میں نہ پایا، میں نے افرنگی کا راج
مَن کی دنیا میں نہ دیکھے، میں نے شیخ و برہمن

پانی پانی کرگئی مجھکو قلندر کی یہ بات
تو جُھکا جب غیر کے آگے، نہ مَن تیرا ، نہ تن!

علامہ اقبال

© NCERT not to be republished

سوالوں کے جواب لکھیے

1. آپ نے اب تک جو غزلیں پڑھی ہیں ان سے یہ غزل آپ کو مختلف کیوں لگی؟
2. شاعر نے پھولوں کو پریاں کیوں کہا ہے؟
3. تیسرے شعر میں شاعر کیا پیغام دینا چاہتا ہے؟
4. من کی دولت سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
5. غزل کے آخری شعر میں قلندر نے کیا بات کہی ہے؟

© NCERT not to be republished

علی سکندر جگرؔ مرادآبادی

(1958 – 1890)

علی سکندر نام، جگرؔ تخلص تھا۔ ضلع مرادآباد، اتّر پردیش میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ فطری شاعر تھے۔ کم سنی سے شاعری کا آغاز کیا۔ جگرؔ کا انتقال، اتّر پردیش کے شہر گونڈہ میں ہوا۔

جگرؔ مرادآبادی کی شاعری میں سَرمستی اور سَرشاری کی کیفیت ہے۔ حسن و عشق کے معاملات کو انھوں نے والہانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ تقسیمِ ہند کے بعد انھوں نے ایسی غزلیں بھی کہی ہیں جن میں عصری شعور اور فکر کا عنصر نمایاں ہے۔ سادگی، روانی اور موسیقیت جگرؔ کے کلام کی خاص خوبیاں ہیں۔ ان کے شعری مجموعے 'داغِ جگر'، 'شعلۂ طور' اور 'آتشِ گل' ہیں۔

© NCERT not to be republished

غزل

کبھی شاخ و سبزہ و برگ پر کبھی غنچہ و گُل و خار پر
میں چمن میں چاہے جہاں رہوں، مرا حق ہے فصلِ بہار پر

مجھے دیں نہ غیظ میں دھمکیاں، گریں لاکھ بار یہ بجلیاں
مری سلطنت یہی آشیاں مری مِلکیت یہی چار پر

عجب انقلابِ زمانہ ہے، مرا مختصر سا فسانہ ہے
یہی اب جو بار ہے دوش پر، یہی سر تھا زانوئے یار پر

مری سمت سے اسے اے صبا! یہ پیامِ آخرِ غم سُنا
ابھی دیکھنا ہو تو دیکھ جا کہ خزاں ہے اپنی بَہار پر

میں رہینِ درد سہی مگر، مجھے اور چاہیے کیا جگؔر
غمِ یار ہے مرا شیفتہ، میں فریفتہ غمِ یار پر

علی سکندر جِگؔر مرادآبادی

سوالوں کے جواب لکھیے

1. مطلع کے پہلے مصرعے میں بَہار سے متعلق کون کون سے لفظ آئے ہیں؟
2. مطلع میں 'مرا حق ہے فصلِ بہار پر' سے کیا مراد ہے؟ تفصیل سے لکھیے۔
3. غزل کے قافیوں کی نشاندہی کیجیے۔
4. شاعر نے صبا کے ذریعے اپنے دوست کو کیا پیغام بھیجا ہے؟

© NCERT not to be republished

فیض احمد فیضؔ

(1984 –1911)

فیض احمد نام، فیضؔ تخلص تھا۔ سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم چرچ مشن اسکول، سیالکوٹ سے حاصل کی۔ انگریزی میں ایم۔اے کرنے کے بعد کالج میں لیکچرر ہو گئے۔ فیضؔ کا انتقال لاہور میں ہوا۔

فیضؔ نے غزل کی کلاسیکی روایت سے استفادہ کیا اور اسے انقلابی فکر سے ہم آہنگ کر کے ایک بالکل نیا رنگ پیدا کیا۔ ترقّی پسند شاعروں میں فیضؔ غزل اور نظم دونوں کے مقبول شاعر ہیں۔ اپنی انقلابی سرگرمیوں کی وجہ سے انھیں کئی بار جیل بھی جانا پڑا۔ انھوں نے جلاوطنی کی زندگی بھی گزاری۔ حق و انصاف کے لیے وہ برابر آواز اُٹھاتے رہے۔ ان کی شاعری میں دردمندی، دل آویزی اور تاثیر ہے۔ ان کے کلام کے ترجمے مختلف زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ ان کے شعری مجموعے 'نقشِ فریادی'، 'دستِ صبا'، 'زنداں نامہ'، 'دستِ تہِ سنگ'، 'سرِ وادیِ سینا'، 'شامِ شہرِ یاراں'، 'مِرے دل مِرے مسافر' ہیں۔ ان کا کلّیات 'نسخہ ہائے وفا' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ نثر میں 'میزان'، 'رہ و رسمِ آشنائی' اور 'صلیبیں مرے دریچے میں' ان کی معروف کتابیں ہیں۔

© NCERT not to be republished

غزل

گُلوں میں رنگ بھرے بادِ نوبہار چلے
چلے بھی آؤ کہ گُلشن کا کاروبار چلے

قفس اُداس ہے یارو صبا سے کچھ تو کہو
کہیں تو بہرِ خدا آج ذکرِ یار چلے

بڑا ہے درد کا رشتہ، یہ دل غریب سہی
تمھارے نام پہ آئیں گے، غمگسار چلے

جو ہم پہ گُزری سو گُزری مگر شبِ ہجراں
ہمارے اشک تِری عاقبت سنوار چلے

مقام، فیضؔ، کوئی راہ میں جچا ہی نہیں
جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے

فیض احمد فیضؔ

سوالوں کے جواب لکھیے

1. گُلشن کا کاروبار چلنے سے کیا مراد ہے؟
2. قفس کی اُداسی کی وجہ کیا ہے؟
3. درج ذیل شعر کا مفہوم لکھیے:

جو ہم پہ گُزری سو گُزری مگر شبِ ہجراں
ہمارے اشک تری عاقبت سنوار چلے

4. ''جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے'' اس مصرعے میں شاعر کیا کہنا چاہتا ہے؟

© NCERT not to be republished

معین احسن جذبی

(2005 – 1912)

معین احسن نام، جذبی تخلص تھا۔ مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ جھانسی، لکھنؤ، آگرہ اور دہلی میں تعلیم حاصل کی۔ ایم۔اے پاس کرنے کے بعد بغرض ملازمت مختلف شہروں میں رہنے کا موقع ملا۔ بحیثیت اردو استاد، شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے وابستہ ہوئے اور وہیں سے سبکدوش ہوکر علی گڑھ میں ہی مستقل سکونت اختیار کرلی۔ شاعری کا شوق بچپن سے تھا۔ 'فروزاں'، 'سخنِ مختصر' اور 'گدازِ شب' شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ 'حالی کا سیاسی شعور' اُن کا تحقیقی مقالہ ہے۔ اِن کا شمار ممتاز ترقی پسند شاعروں میں ہوتا ہے۔ 'اقبال اعزاز'، 'غالب ایوارڈ'، 'میر اکادمی لکھنؤ' اور 'یوپی اردو اکادمی' کے علاوہ دیگر کئی انعامات واعزازات اُنھیں مل چکے ہیں۔ ان کا انتقال علی گڑھ میں ہوا اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔

© NCERT not to be republished

غزل

مرنے کی دعائیں کیوں مانگوں، جینے کی تمنّا کون کرے
یہ دنیا ہو یا وہ دنیا، اب خواہشِ دنیا کون کرے

جب کشتی ثابت و سالم تھی، ساحل کی تمنّا کس کو تھی
اب ایسی شکستہ کشتی پر ساحل کی تمنّا کون کرے

جو آگ لگائی تھی تم نے ،اس کو تو بُجھایا اشکوں نے
جو اشکوں نے بھڑکائی ہے، اس آگ کو ٹھنڈا کون کرے

دنیا نے ہمیں چھوڑا جذبیؔ ،ہم چھوڑ نہ دیں کیوں دنیا کو
دنیا کو سمجھ کر بیٹھے ہیں، اب دُنیا دُنیا کون کرے

معین احسن جذبیؔ

سوالوں کے جواب لکھیے

1. مطلع میں شاعر نے اپنی کس کیفیت کا اظہار کیا ہے؟
2. اشکوں کی آگ سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
3. درج ذیل شعر کا مفہوم واضح کیجیے:

جب کشتی ثابت و سالم تھی، ساحل کی تمنّا کس کو تھی
اب ایسی شکستہ کشتی پر ساحل کی تمنّا کون کرے

© NCERT not to be republished

ناصؔر کاظمی

(1925ء تا 1972ء)

ناصر رضا کاظمی نام، ناصؔر تخلّص تھا۔ ان کی پیدائش انبالہ میں ہوئی۔ سینتالیس برس کی عمر میں اُن کا انتقال ہوگیا۔ اُن کی غزلوں کے شعری مجموعے ’برگِ نَے‘ (1954ء) اور ’دیوان‘ (1957ء) ہیں۔ تیسرا مجموعہ ’پہلی بارش‘ انتقال کے بعد 1975ء میں شائع ہوا۔ ان کی دو نثری کتابیں بھی ہیں، ایک ان کی ڈائریوں کا مجموعہ ’ناصر کاظمی کی ڈائری‘ اور دوسرا ان کے مضامین کا مجموعہ ’خشک چشمے کے کنارے‘۔ وہ ’اوراقِ نو‘ اور ’ہمایوں‘ کے مدیر بھی رہے۔

ناصؔر کاظمی جدید غزل کے نمائندہ شاعر ہیں۔ اُن کی غزلیں اپنے دھیمے لہجے، دبے دبے دَرد اور جدید طرزِ احساس کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ وہ اکثر ایسے الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں جو غزلیہ شاعری میں عام نہیں تھے۔ ناصؔر کاظمی کے کلام میں بے حد تازگی ہے۔ اُنھوں نے اُردو غزل کی داخلیت اور دروں بینی کو اپنے عہد کی عام اداسی کا ترجمان بنایا ہے۔

© NCERT not to be republished

غزل

ترے خیال سے لَو دے اُٹھی ہے تنہائی
شبِ فراق ہے یا تیری جلوہ آرائی

تُو کس خیال میں ہے منزلوں کے شیدائی
اُنھیں بھی دیکھ، جنھیں راستے میں نیند آئی

رہِ حیات میں کچھ مرحلے تو دیکھ لیے
یہ اور بات تری آرزو نہ راس آئی

یہ سانحہ بھی محبّت میں بارہا گُزرا
کہ اس نے حال بھی پوچھا تو آنکھ بھر آئی

کھُلی جو آنکھ تو کچھ اور ہی سماں دیکھا
وہ لوگ تھے نہ وہ جلسے، نہ شہرِ رعنائی

پھر اُس کی یاد میں دل بے قرار ہے ناصؔر
بچھڑ کے جس سے ہوئی، شہر شہر رُسوائی

ناصؔر کاظمی

سوالوں کے جواب لکھیے

1. منزلوں کے شیدائی کے لیے شاعر کا کیا مشورہ ہے؟
2. درجِ ذیل شعر میں شاعر نے کس لطیف احساس کی عکّاسی کی ہے؟

یہ سانحہ بھی محبّت میں بارہا گزرا
کہ اس نے حال بھی پوچھا تو آنکھ بھر آئی

3. آنکھ کھُلنے کے بعد، شاعر نے کیا سماں دیکھا؟

© NCERT not to be republished

خلیلؔ الرّحمٰن اعظمی

(1978 –1927)

خلیلؔ الرّحمٰن اعظمی سرائے میر، ضلع اعظم گڑھ، اتّر پردیش میں پیدا ہوئے۔ اعظم گڑھ سے ہائی اسکول کا امتحان پاس کیا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ پھر وہیں شعبۂ اردو سے وابستہ ہوگئے۔ طویل بیماری کے بعد علی گڑھ میں انتقال ہوا۔

خلیلؔ الرحمٰن اعظمی نے غزلیں بھی کہیں اور نظمیں بھی۔ لیکن ان کی غزلیں اپنے دھیمے انداز، دردمندانہ لہجے، فکری تجسّس اور احساس کی تازگی کے باعث زیادہ پسند کی گئیں۔ وہ پرانی تشبیہوں اور استعاروں سے گُریز کرتے تھے۔ وہ نئی غزل کے اوّلین معماروں میں شامل ہیں۔ اُن کے کلام کے مجموعے 'کاغذی پیرہن'، 'نیا عہد نامہ' اور 'زندگی اے زندگی' کے نام سے شائع ہوئے۔ نثری کتابوں میں 'اُردو میں ترقی پسند ادبی تحریک'، 'مضامینِ نو' اور 'فکروفن' شامل ہیں۔ انھوں نے تین کتابیں، 'نوائے ظفر'، 'مقدمہ کلامِ آتش' اور 'نئی نظم کا سفر' مع مقدمہ، مرتّب کی ہیں۔

© NCERT not to be republished

غزل

تری صدا کا ہے صدیوں سے انتظار مجھے
مرے لہو کے سمندر ، ذرا پُکار مجھے

میں اپنے گھر کو بلندی پہ چڑھ کے کیا دیکھوں
عروجِ فن! مری دہلیز پر اُتار مجھے

اُبلتے دیکھی ہے سورج سے میں نے تاریکی
نہ راس آئے گی یہ صُبحِ زرنگار مجھے

کہے گا دل تو میں پتّھر کے پاؤں چوموں گا
زمانہ لاکھ کرے آکے سنگسار مجھے

وہ فاقہ مست ہوں، جس راہ سے گزرتا ہوں
سلام کرتا ہے، آشوبِ روزگار مجھے

خلیل الرحمٰن اعظمی

سوالوں کے جواب لکھیے

1. مطلع میں شاعر کو کس کی صدا کا انتظار ہے؟
2. شاعر اپنے گھر کو بلندی کے بجائے دہلیز پر اُتر کر کیوں دیکھنا چاہتا ہے؟
3. درجِ ذیل شعر میں کیا کہا گیا ہے؟

   کہے گا دل تو میں پتّھر کے پاؤں چوموں گا
   زمانہ لاکھ کرے آکے سنگسار مجھے

4. غزل کے آخری شعر میں شاعر کس حقیقت کی طرف اشارہ کررہا ہے؟

© NCERT not to be republished

پروینؔ شاکر

(1994 – 1952)

پروینؔ شاکر اردو کی مشہور شاعرہ ہیں۔ اُن کی ولادت کراچی میں ہوئی۔ انھوں نے انگریزی میں ایم۔اے۔ کر کے لسانیات اور بینک ایڈمنسٹریشن میں بھی ایم۔اے۔ کیا۔ نو سال تک تدریس کے فرائض انجام دینے کے بعد پاکستان سول سروس جوائن کر کے کسٹم ڈپارٹمنٹ میں اعلیٰ عہدے پر فائز رہیں۔

ان کے کلام کا پہلا مجموعہ ''خوشبو'' 1976ء میں منظر عام پر آیا۔ اس کے بعد 1980ء میں ''صد برگ''، 1990ء میں ''خود کلامی'' اور ''انکار'' شائع ہوئے۔ 1996ء میں ''ماہِ تمام'' کے نام سے اُن کا کلّیات شائع ہوا ہے۔

1990ء میں انھیں پاکستان کے اعلیٰ ترین اعزاز ''نشانِ امتیاز'' سے نوازا گیا۔ پروینؔ شاکر کی شاعری نسوانی احساسات، کیفیات اور جذبات کی عکّاسی کرتی ہے۔

© NCERT not to be republished

غزل

بارش ہوئی تو پھُولوں کے تن چاک ہوگئے
موسم کے ہاتھ بھیگ کے سفّاک ہوگئے

بادل کو کیا خبر ہے کہ بارش کی چاہ میں
کیسے بلند و بالا شجر خاک ہوگئے

جگنو کو دن کے وقت پرکھنے کی ضد کریں
بچّے ہمارے عہد کے چالاک ہوگئے

لہرا رہی ہے برف کی چادر ہٹا کے گھاس
سورج کی شہ پہ تنکے بھی بے باک ہوگئے

بستی میں جتنے آب گزیدہ تھے سب کے سب
دریا کے رُخ بدلتے ہی تیراک ہوگئے

جب بھی غریبِ شہر سے کچھ گفتگو ہوئی
لہجے ہوائے شام کے نمناک ہوگئے

پروینؔ شاکر

سوالوں کے جواب لکھیے

1. مطلعے میں شاعرہ نے کیا بات کہنا چاہی ہے؟
2. درج ذیل تراکیب اضافی ہیں یا توصیفی ؟

غریبِ شہر، ہوائے شام

3. اس غزل کی خوبیاں بیان کیجیے۔

© NCERT not to be republished

نظم

نظم کے معنی ''انتظام، ترتیب یا آرائش'' کے ہیں۔ عام اور وسیع مفہوم میں یہ لفظ نثر کے مدِ مقابل کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد پوری شاعری ہوتی ہے۔ اس میں وہ تمام اصناف اور اسالیب شامل ہوتے ہیں جو ہیئت کے اعتبار سے نثر نہیں ہیں۔ اصطلاحی معنوں میں غزل کے علاوہ تمام شاعری کو ''نظم'' کہتے ہیں۔

عام طور پر نظم کا ایک مرکزی خیال ہوتا ہے جس کے گرد پوری نظم کا تانا بانا بُنا جاتا ہے۔ خیال کا تدریجی ارتقا بھی نظم کی ایک اہم خصوصیت بتایا گیا ہے۔ طویل نظموں میں یہ ارتقا واضح ہوتا ہے۔ مختصر نظموں میں یہ ارتقا واضح نہیں ہوتا اور اکثر و بیشتر ایک تاثر کی شکل میں اُبھرتا ہے۔

نظم کے لیے نہ تو ہیئت کی کوئی قید ہے اور نہ موضوعات کی۔ چنانچہ اردو میں غزل اور مثنوی کی ہیئت میں نظمیں اور آزاد و معرّا نظمیں بھی لکھی گئی ہیں۔ اس طرح کوئی بھی موضوع نظم کا موضوع ہوسکتا ہے۔

ہیئت کے اعتبار سے نظم کی چار قسمیں ہوسکتی ہیں:

1. پابند نظم

ایسی نظم جس میں بحر کے استعمال اور قافیوں کی ترتیب میں مقررہ اصولوں کی پابندی کی گئی ہو، پابند نظم کہلاتی ہے۔ نئے انداز کی ایسی نظمیں بھی، جن کے بندوں کی ساخت مروّجہ ہیئتوں سے مختلف ہو یا جن کے مصرعوں میں قافیوں کی ترتیب مروّجہ اصولوں کے مطابق نہ ہو، لیکن ان کے تمام مصرعے برابر کے ہوں اور ان میں قافیے کا کوئی نہ کوئی التزام ضرور پایا جائے، پابند نظمیں کہلاتی ہیں۔

© NCERT not to be republished

2. نظم معرّا

ایسی نظم جس کے تمام مصرعے برابر کے ہوں مگر ان میں قافیے کی پابندی نہ ہو، نظم معرّا کہلاتی ہے۔ کچھ لوگوں نے اسے نظم عاری بھی کہا ہے۔

3. آزاد نظم

ایسی نظم جس میں نہ تو قافیے کی پابندی کی گئی ہو اور نہ تمام مصرعوں کے ارکان برابر ہوں یعنی جس کے مصرعے چھوٹے بڑے ہوں، آزاد نظم کہلاتی ہے۔

4. نثری نظم

نثری نظم چھوٹی بڑی نثری سطروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس میں ردیف، قافیے اور وزن کی پابندی نہیں ہوتی۔ آج کل نثری نظم کا رواج دُنیا کی تمام زبانوں میں عام ہے۔

© NCERT not to be republished

نظیر اکبر آبادی

(1830 –1740)

ولی محمد نام، نظیرؔ تخلّص تھا۔ دلّی میں پیدا ہوئے۔ اوائل عمر میں آگرہ چلے گئے۔ متھرا میں معلّمی کے فرائض انجام دیے اور ساری عمر آگرے میں گزار دی۔ نظیرؔ نے مختلف شعری اصناف میں طبع آزمائی کی ہے لیکن نظم گو شاعر کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ نظیرؔ اکبر آبادی کا مشاہدہ وسیع تھا۔ انھوں نے زندگی کے تقریباً ہر پہلو کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ ہندوستان کے رسم ورواج، میلوں ٹھیلوں، تفریحات ومشاغل پر جتنی نظمیں نظیرؔ نے کہی ہیں، شاید کسی اور شاعر نے نہیں کہیں۔ نظیرؔ کو زبان وبیان پر قدرت حاصل تھی۔ اُن کی زبان انتہائی صاف، سہل اور سادہ ہے اور وہ اُردو کے عوامی شاعر تسلیم کیے جاتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

بنجارا

ٹک حرص و ہوا کو چھوڑ میاں! مت دیس بدیس پھرے مارا
قزّاق اجل کا لوٗٹے ہے، دِن رات بجا کر نقّارا
کیا بدھیا بھینسا، بَیل، شُتر، کیا گوئی پلّا، سر بھارا
کیا گیہوں، چاول، موٹھ، مٹر، کیا آگ، دُھواں اور انگارا
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا، جب لاد چلے گا بنجارا

گر توٗ ہے لکّھی بنجارا، اَور کھیپ بھی تیری بھاری ہے
اے غافِل! تُجھ سے بھی چڑھتا اِک اور بڑا بیوپاری ہے
کیا شکّر، مِصری، قند، گِری، کیا سانبھر میٹھا کھاری ہے
کیا داکھ مُنقّیٰ، سونٹھ، مرچ، کیا کیسر، لونگ، سُپاری ہے
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا، جب لاد چلے گا بنجارا

جب چلتے چلتے رستے میں یہ گون تری ڈَھل جاوے گی
اِک بدھیا تیری مِٹّی پر پھر گھانس نہ چرنے آوے گی
یہ کھیپ جو توٗنے لادی ہے سب حصّوں میں بٹ جاوے گی
دھی، پوٗت، جنوائی، بیٹا کیا، بنجارن پاس نہ آوے گی
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا، جب لاد چلے گا بنجارا

© NCERT not to be republished

کُچھ کام نہ آوے گا تیرے، یہ لعل وزمرّد، سیم و زر
جب پونجی بانٹ میں بکھرے گی، پھر آن بنے گی جاں اوُپر
نقّارے، نَوبت، بان، نِشاں، دَولت، حشمت، فَوجیں، لشکر
کیا مسند، تکیہ، مُلک، مکاں، کیا چَوکی، کُرسی، تخت، چھپّر
سب ٹھاٹھ پڑارہ جاوے گا، جب لاد چلے گا بنجارا

کیوں جی پر بوجھ اُٹھاتا ہے اِن گونوں بھاری بھاری کے
جب مَوت کا ڈیرا آن پڑا، پھِر دوُنے ہیں بیوپاری کے
کیا ساز جڑاؤ، زر، زیور، کیا گوٹے تھان کِناری کے
کیا گھوڑے زین سُنہری کے، کیا ہاتھی لال عماری کے
سب ٹھاٹھ پڑارہ جاوے گا، جب لاد چلے گا بنجارا

کیا سخت مکاں بنواتا ہے، کھم تیرے تن کا ہے پولا
تو اوُنچے کوٹ اُٹھاتا ہے، واں گور گڑھے نے منھ کھولا
کیا رینی خندق، رند بڑے، کیا بُرج کنگورا انمولا
گڑھ، کوٹ، رہکلہ، توپ، قلعہ، کیا شیشہ، دارو اور گولا
سب ٹھاٹھ پڑارہ جاوے گا، جب لاد چلے گا بنجارا

جب مرد پھِرا کر چابک کو، یہ بَیل بدن کا ہانکے گا
کوئی ناج سمیٹے گا تیرا، کوئی گون سِیے اور ٹانکے گا
ہو ڈھیر اکیلا جنگل میں، تو خاک لحد کی پھانکے گا
اُس جنگل میں پھر آہ نظیؔر! اِک بُھنگا آن نہ جھانکے گا
سب ٹھاٹھ پڑارہ جاوے گا، جب لاد چلے گا بنجارا

نظیؔر اکبر آبادی

سوالوں کے جواب لکھیے

1. اس نظم میں بنجارا کسے کہا گیا ہے اور کیوں؟
2. نظم کے پہلے بند میں شاعر کس چیز کو چھوڑنے کو کہہ رہا ہے؟
3. 'سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا' یہ مصرع بار بار کیوں دُہرایا گیا ہے؟
4. نظم کا خلاصہ لکھیے۔

© NCERT not to be republished

اسمٰعیلؔ میرٹھی

(1917 – 1844)

محمد اسمٰعیل نام، اسمٰعیل تخلص تھا۔ میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ اس دور کے رواج کے مطابق انھوں نے ابتدائی تعلیم گھر پر مکمل کی۔ میرٹھ کے ایک عالم، رحیم بیگ سے فارسی زبان کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ انگریزی زبان میں بھی مہارت حاصل کرکے انجینیئرنگ کا کورس پاس کیا۔ قوم کے بچوں کی تعلیم میں دلچسپی کی وجہ سے انھوں نے معلّمی کا پیشہ اختیار کیا۔ اپنے عہد کے اہم شاعروں مثلاً حالیؔ اور شبلیؔ کی طرح مولوی اسمٰعیلؔ میرٹھی نے بھی اپنی شاعری کو بڑوں اور بچّوں دونوں کے لیے تعلیم و تربیت کا ذریعہ بنایا اور درسی کتابیں بھی لکھیں۔ انھوں نے سادہ اور سلیس زبان میں اردو سکھانے کے ساتھ ان کتابوں میں اخلاقی موضوعات کو اس خوبی سے شامل کیا کہ پڑھنے والے تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کے زیور سے بھی آراستہ ہوسکیں۔ اسمٰعیل میرٹھی نے ایسی کئی نظمیں لکھی ہیں جو صرف بچّوں کے لیے ہیں اور ہر عہد میں ان کی معنویت اور افادیت برقرار رہی ہے۔ اسمٰعیلؔ میرٹھی کا کلام ''کلّیاتِ اسمٰعیل'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

© NCERT not to be republished

کیے جاؤ کوشش

دُکاں بند کرکے رہا بیٹھ جو ‏ ‏ ‏ ‏ تو دی اُس نے بالکل ہی لُٹیا ڈُبو
نہ بیٹھو کبھی چھوڑ کر کام کو ‏ ‏ ‏ ‏ توَقُّع تو ہے خَیر جو ہو، سو ہو
کیے جاؤ کوشش مرے دوستو
جو پتّھر پہ پانی پڑے مُتَّصِل ‏ ‏ ‏ ‏ تو بے شُبہ گِھس جائے پتّھر کی سِل
رہوگے اگر تم یوں ہی مُستَقِل ‏ ‏ ‏ ‏ تو اک دن نتیجہ بھی جائے گا مِل
کیے جاؤ کوشش مرے دوستو
یہ مانا کہ مشکل بہت ہے سبق ‏ ‏ ‏ ‏ بُرا ہے مگر اِضطِراب اور قلَق
دوبارہ پڑھو پھر پڑھو ہر ورق ‏ ‏ ‏ ‏ پڑھے جاؤ جب تک ہے باقی رمَق
کیے جاؤ کوشش مرے دوستو
اگر طاق میں تم نے رکھ دی کتاب ‏ ‏ ‏ ‏ تو کیا دوگے کل، امتحاں میں جواب
نہ پڑھنے سے بہتر ہے پڑھنا جناب ‏ ‏ ‏ ‏ کہ ہوجاؤگے ایک دن کام یاب
کیے جاؤ کوشش مرے دوستو
نہ تم ہچکچاؤ نہ ہرگز ڈرو ‏ ‏ ‏ ‏ جہاں تک بنے کام پورا کرو
مَشَقَّت اُٹھاؤ مُصیبَت بھَرو ‏ ‏ ‏ ‏ طَلَب میں جِیو، جُستجُو میں مرو
کیے جاؤ کوشش مرے دوستو
جو بازی میں سَبقَت نہ لے جاؤ تم ‏ ‏ ‏ ‏ خبردار ! ہرگز نہ گھبراؤ تم
نہ ٹِھٹکو نہ جِھجکو نہ پچھتاؤ تم ‏ ‏ ‏ ‏ ذرا صَبر کو کام فرماؤ تم
کیے جاؤ کوشش مرے دوستو

© NCERT not to be republished

مُقابِل میں خَم ٹھوک کر آؤ ہاں   پچھڑنے سے ڈرتے نہیں پہلواں
کرو پاس تم صَبر کا اِمتحاں   نہ جائے گی محنت کبھی رائِگاں
کیے جاؤ کوشش مرے دوستو

زِیاں میں بھی ہے فائدہ کُچھ نہ کُچھ   تمھیں مِل رہے گا صِلہ کُچھ نہ کُچھ
ہر ایک دَرد کی ہے دوا کُچھ نہ کُچھ   کبھی تو لگے گا پتا کُچھ نہ کُچھ
کیے جاؤ کوشش مرے دوستو

تَرَدُّد کو آنے نہ دو اپنے پاس   ہے بِے ہودہ خوف اور بے جا ہَراس
رکھو دِل کو مَضبوط قائم حَواس   کبھی کام یابی کی چھوڑو نہ آس
کیے جاؤ کوشش مرے دوستو

اسمٰعیل میرٹھی

سوالوں کے جواب لکھیے

1. 'توَقُّع تو ہے خَیر جو ہو، سو ہو' نظم کے پہلے بند کے اس مصرعے میں شاعر کیا بات کہنا چاہتا ہے؟
2. نظم کے مرکزی خیال پر روشنی ڈالیے۔
3. آخری بند کا مطلب لکھیے۔

© NCERT not to be republished

اکبرؔ الہ آبادی

(1921– 1846)

سیّد اکبر حسین رضوی نام، اکبرؔ تخلّص تھا۔ بارہ، ضلع الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے والد سے حاصل کی۔ پہلے مکتب اور پھر جمنا مشن اسکول میں داخل ہوئے۔ ملازمت کی ابتدا عرضی نویسی سے کی۔ 1873 میں ہائی کورٹ کی وکالت کا امتحان پاس کر کے وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔ اس کے بعد سب جج اور سیشن جج مقرّر ہوئے۔

اکبرؔ کو شاعری کا شوق بچپن سے تھا۔ شاعری کی ابتدا غزل گوئی سے کی۔ ان کی انفرادیت طنزیہ و مزاحیہ شاعری میں نظر آتی ہے یہی اُن کی دائمی شہرت کا سبب بنی۔ انھوں نے شاعری کو اصلاحِ قوم کے ایک مؤثر ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہوئے انگریزی تعلیم کے منفی اثرات اور انگریزی تہذیب کی اندھی تقلید پر بھرپور وار کیے۔ مذہبی اور تہذیبی روایات سے نئی نسل کی بے گانگی، نوجوانوں کی بے راہ روی، عورتوں کی بے جا آزادی خاص طور پر اکبرؔ کے طنز کا نشانہ بنی۔ انھوں نے عام بول چال کے لفظوں کو نہایت دل آویز اور فن کارانہ انداز میں استعمال کیا ہے۔ انگریزی الفاظ سے بھی خاطر خواہ فائدہ اٹھایا ہے۔ اکبرؔ کا کلام ’کلیاتِ اکبرؔ‘ کے نام سے چار حصّوں میں شائع ہو چکا ہے۔

not to be republished © NCERT

فرضی لطیفہ

خُدا حافظ مُسلمانوں کا اکبرؔ!
مجھے تو ان کی خوش حالی سے ہے یاس
یہ عاشق شاہدِ مقصوٗد کے ہیں
نہ جائیں گے ولیکن سعی کے پاس
سُناؤں تُم کو اِک فرضی لطیفہ
کیا ہے جس کو میں نے زیبِ قرطاس
کہا مجنوں سے یہ لیلیٰ کی ماں نے
کہ بیٹا! تو اگر کرلے بی۔اے پاس
تو فوراً بیاہ دوٗں لیلیٰ کو تُجھ سے
بلادقّت میں بن جاؤں تری ساس
کہا مجنوں نے؛ یہ اچھّی سُنائی
کُجا عاشق، کُجا کالج کی بکواس
کُجا یہ فِطرتی جوشِ طبیعت
کُجا ٹھونسی ہوئی چیزوں کا اِحساس
بڑی بی! آپ کو کیا ہوگیا ہے؟
ہِرن پر لادی جاتی ہے کہیں گھاس
یہ اچھّی قدردانی آپ نے کی
مجھے سمجھا ہے کوئی ہرچرن داس
دِل اپنا خون کرنے کو ہوں موجود
نہیں منظوٗر مغزِ سر کا آماس
یہی ٹھہری جو شرطِ وصلِ لیلیٰ
تو اِستعفیٰ مِرا باحسرت و یاس

اکبرالہ آبادی

not to be republished © NCERT

سوالوں کے جواب لکھیے

1. 'خدا حافظ مسلمانوں کا' سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
2. مجنوں کو لیلیٰ کی ماں نے کیا مشورہ دیا؟
3. مجنوں نے لیلیٰ کی ماں کو کیا جواب دیا؟
4. اس نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

© NCERT not to be republished

شوقؔ قدوائی

(1928–1853)

شیخ احمد علی نام، شوقؔ تخلّص تھا۔ قصبہ جگور، ضلع بارہ بنکی، اتّر پردیش میں پیدا ہوئے۔ بدایوں اور رام پور میں تعلیم حاصل کی۔ لکھنؤ میں ایک اخبار ''آزاد'' نکالا۔ پرتاپ گڑھ اور بھوپال میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔

شوقؔ قدوائی فطری شاعر تھے۔ زبان و بیان پر قدرت حاصل تھی۔ انھوں نے زیادہ تر مثنویاں لکھیں جن میں قدرتی مناظر مثلاً درختوں، پھولوں اور پہاڑوں کے مناظر بہت عمدگی سے بیان کیے ہیں۔

© NCERT not to be republished

پھوؐل کی فریاد

کیا خطا میری تھی ظالم، تو نے کیوں توڑا مجھے
کیوں نہ میری عمر ہی تک شاخ پر چھوڑا مجھے

جانتا گر اس ہنسی کے دردناک انجام کو
میں ہوا کے گُدگُدانے سے نہ ہنستا نام کو

شاخ نے آغوش میں کس لطف سے پالا مجھے
تو نے مَلنے کے لیے بستر پہ ہے ڈالا مجھے

میری خوشبو سے بسائے گا بچھونا رات بھر
صبح ہوگی تو مجھے تو پھینک دے گا خاک پر

پتّیاں اُڑتی پھریں گی منتشر ہوجائیں گی
رفتہ رفتہ خاک میں مِل جائیں گی کھوجائیں گی

تو نے میری جان لی دم بھر کی زینت کے لیے
کی جفا مجھ پر فقط تھوڑی سی فرحت کے لیے

دیکھ میرے رنگ کی حالت بدل جانے پہ ہے
پتّی پتّی ہو چلی، بے آب مُرجھانے پہ ہے

پیڑ کے وہ سبز پتّے رنگ میرا، ان میں لال
جس طرح کاہی دوپٹّے میں کسی گُل رو کے گال

© NCERT not to be republished

جس کی رونق تھا میں بے رونق وہ ڈالی ہوگئی
حیف ہے بچّے سے ماں کی گود خالی ہوگئی

تِتلیاں بے چین ہوں گی جب نہ مجھ کو پائیں گی
غم سے بھونرے روئیں گے اور بُلبُلیں چلاّئیں گی

دودھ شبنم نے پلایا تھا مِلا وہ خاک میں
کیا خبر تھی یہ کہ ہے، بے رحم گُل چیں تاک میں

مہر کہتا ہے مری کرنوں کی سب محنت گئی
ماہ کو غم ہے کہ میری دی ہوئی رنگت گئی

دیدۂ حیراں ہے کیاری، باغباں کے دل پہ داغ
شاخ کہتی ہے کہ ہے ہے گُل ہوا میرا چراغ

میں بھی فانی تو بھی فانی سب ہیں فانی دہر میں
اک قیامت ہے مگر مرگِ جوانی دہر میں

شوقؔ کیا کہتے ہیں سُن لے تو سمجھ لے مان لے
دل کسی کا توڑنا اچھّا نہیں تو جان لے

شوقؔ قدوائی

سوالوں کے جواب لکھیے

1. پھول کس کی فریاد کر رہا ہے؟
2. پھول پر کیا ظلم ہوا ہے؟
3. چمن سے جدا ہو کر پھول پہ کیا گزرے گی؟
4. چمن میں پھول کی جدائی کا کس کس کو رنج ہے؟

© NCERT not to be republished

جوشؔ ملیح آبادی

(1982 – 1898)

شبیر حسن خاں نام، جوشؔ تخلص تھا۔ بشیر احمد خاں کے بیٹے اور فقیر محمد خاں گوؔیا کے پوتے تھے۔ ملیح آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدا میں عزیزؔ لکھنوی سے اصلاح لی۔ شاعری کے ساتھ نثر میں بھی قدرت حاصل تھی۔ دارالترّجمہ جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد میں ملازم ہوئے۔ فلمی گیتوں کے سلسلے میں پونہ اور ممبئی میں مقیم رہے۔ آزادیِ ہند کے بعد حکومتِ ہند کے رسالہ 'آجکل' کے ایڈیٹر مقرّر ہوئے۔ شاعری کا آغاز، غزل سے کیا لیکن شہرت نظم گو شاعر کی حیثیت سے ملی۔ جوشؔ فطری، رومانی اور سیاسی نظمیں لکھنے پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ وہ قوم پرستی، قومی یکجہتی، حُبِّ وطن اور آزادیِ رائے کے حامی تھے۔ انھیں الفاظ کے استعمال پر غیر معمولی قدرت حاصل تھی۔ 'روحِ ادب'، 'سرود وخروش'، 'نقش ونگار'، 'رامش ورنگ'، 'شعلہ وشبنم'، 'حرف وحکایت'، 'سموم وصبا'، 'جنونِ حکمت'، 'فکرونشاط'، 'سنبل وسلاسل'، 'سیف وسبو'، 'شاعر کی راتیں'، 'آیات ونغمات' وغیرہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

جوشؔ کو شاعرِ فطرت، شاعرِ انقلاب اور شاعرِ شباب کہا گیا ہے۔ اُن کی نظمیں جوش وجذبے سے پُر ہیں۔

© NCERT not to be republished

بدلی کا چاند

خورشید وہ دیکھو ڈوب گیا، ظُلمت کا نِشاں لہرانے لگا
مہتاب وہ ہلکے بادل سے چاندی کے ورق برسانے لگا
وہ سانولے پن پر مَیداں کے ہلکی سی سیاہی دَوڑ گئی
تھوڑا سا اُبھر کر بادل سے، وہ چاند جبیں جھلکانے لگا
لو ڈُوب گیا پھر بادل میں، بادل میں وہ خط سے دوڑ گئے
لو پھر وہ گھٹائیں چاک ہوئیں، ظُلمت کا قدم تھرّانے لگا
بادل میں چُھپا تو کھول دیے ہیں دل میں دریچے ہیرے کے
گردُوں میں جوآیا تو گردُوں دریا کی طرح لہرانے لگا
سمٹی جو گھٹا تاریکی میں، چاندی کے سفینے لے کے چلا
سنکی جو ہوا، تو بادل کے گرداب میں غوطے کھانے لگا
غُرفوں سے جو جھانکا گردُوں کے، امواج کی نبضیں تیز ہوئیں
حلقوں سے جو دَوڑا بادل کے، کُہسار کا سر چکرانے لگا
پردہ جو اُٹھایا بادل کا، دریا پہ تبسّم دَوڑ گیا
چلمن جو گرائی بدلی کی، مَیدان کا دِل گھبرانے لگا
اُبھرا تو تجلّی دَوڑ گئی، ڈُوبا تو فلک بے نوُر ہُوا
اُلجھا تو سیاہی دَوڑادی، سُلجھا تو ضیا برسانے لگا
کیا کاوشِ نور وظُلمت ہے؟ کیا قَید ہے؟ کیا آزادی ہے
اِنساں کی تڑپتی فِطرت کا مفہوم سمجھ میں آنے لگا

جوشؔ ملیح آبادی

© NCERT not to be republished

سوالوں کے جواب لکھیے

1. اس نظم میں 'بدلی کا چاند' سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
2. اس نظم میں شاعر نے زندگی کا کیا فلسفہ بیان کیا ہے؟
3. اس نظم سے آپ اپنے تین پسندیدہ شعر لکھیے۔

© NCERT not to be republished

اسرار الحق مجازؔ

(1955 –1909)

اسرار الحق نام، مجازؔ تخلّص تھا۔ اتر پردیش کے قصبے، ردولی میں پیدا ہوئے۔ سینٹ جانس کالج آگرہ سے انٹرمیڈیٹ اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی۔ اے۔ کیا۔ آل انڈیا ریڈیو، دہلی میں ملازمت کی۔ 1939 میں ملازمت ترک کر کے رسالہ ’نیا ادب‘ لکھنؤ سے وابستہ ہوئے۔ تین سال بعد لکھنؤ سے دہلی آگئے اور یہاں ہارڈنگ لائبریری (موجودہ ہر دیال لائبریری) میں 1934 تک ملازم رہے۔ 1945 میں یہ ملازمت چھوڑ کر محکمۂ اطلاعات، حکومتِ ممبئی میں معاون افسر اطلاعات مقرّر ہوئے۔ ممبئی کے قیام کے دوران چند فلموں کے لیے گیت بھی لکھے۔

مجازؔ رومانی شاعر تھے۔ ترقّی پسند تحریک سے متاثر ہونے کی وجہ سے اُن کی شاعری دوسرے رومانی شاعروں سے مختلف ہے۔ اس میں انقلابی جوش بھی ہے اور فکر کی گہرائی بھی۔ ان کی شاعری میں اس دور کے معاشی اور معاشرتی حالات کے ساتھ ساتھ شاعر کی اپنی زندگی کا عکس بھی نمایاں ہے۔

مجازؔ کا مجموعۂ کلام ’آہنگ‘ 1938 میں شائع ہوا۔ ’آہنگ‘ کا تیسرا ایڈیشن اضافے کے ساتھ ’شب تاب‘ کے عنوان سے منظر عام پر آیا۔ چوتھا ایڈیشن 1949 میں ’سازِ نو‘ کے نام سے طبع ہوا۔ 1952 تک مجازؔ نے جو کچھ کہا وہ ’آہنگ‘ ہی کے نام سے دوبارہ شائع ہوا۔

© NCERT not to be republished

رات اور ریل

پھر چلی ہے ریل اسٹیشن سے لہراتی ہوئی
نیم شب کی خامشی میں زیرِ لب گاتی ہوئی

ڈگمگاتی، جھومتی، سیٹی بجاتی، کھیلتی
وادی و کہسار کی ٹھنڈی ہوا کھاتی ہوئی

تیز جھونکوں میں وہ چھم چھم کا سرودِ دلنشیں
آندھیوں میں مینہ برسنے کی صدا آتی ہوئی

جیسے موجوں کا ترنّم، جیسے جل پریوں کے گیت
ایک اک لَے میں ہزاروں زمزمے گاتی ہوئی

ٹھوکریں کھا کر لچکتی، گُنگُناتی، جھومتی
سرخوشی میں گھنگھروؤں کی تال پر گاتی ہوئی

ناز سے ہر موڑ پر کھاتی ہوئی سو پیچ وخم
اک دلہن، اپنی ادا سے آپ شرماتی ہوئی

رات کی تاریکیوں میں جِھلملاتی، کانپتی
پٹریوں پر دُور تک سیماب چھلکاتی ہوئی

تیز تر ہوتی ہوئی منزل بہ منزل دم بہ دم
رفتہ رفتہ اپنا اصلی روپ دکھلاتی ہوئی

سینۂ کہسار پر چڑھتی ہوئی بے اختیار
ایک ناگن جس طرح مستی میں لہراتی ہوئی

مَرغزاروں میں دکھاتی جوئے شیریں کا خرام
وادیوں میں ابر کے مانند منڈلاتی ہوئی

اک پہاڑی پر دکھاتی آبشاروں کی جھلک!
اک بیاباں میں چراغِ طور دکھلاتی ہوئی

جستجو میں منزلِ مقصود کی دیوانہ وار!
اپنا سر دُھنتی فضا میں بال بکھراتی ہوئی

پیش کرتی بیچ ندّی میں چراغاں کا سماں
ساحلوں پر ریت کے ذرّوں کو چمکاتی ہوئی

منھ میں گُھستی ہے سرنگوں کے یکا یک دوڑ کر
دندناتی، چیختی، چنگھاڑتی، گاتی ہوئی

ڈال کر گزرے مناظر پر اندھیرے کا نقاب
اک نیا منظر نظر کے سامنے لاتی ہوئی

صفحۂ دل سے مٹاتی عہدِ ماضی کے نقوش
حال و مستقبل کے دلکش خواب دکھلاتی ہوئی

ڈالتی بے حِس چٹانوں پر حقارت کی نظر
کوہ پر ہنستی فلک کو آنکھ دکھلاتی ہوئی

© NCERT not to be republished

ایک سرکش فوج کی صورت عَلم کھولے ہوئے
ایک طوفانی گرج کے ساتھ درّاتی ہوئی
ایک اک حرکت سے اندازِ بغاوت آشکار
عظمتِ انسانیت کے زمزمے گاتی ہوئی
الغرض اُڑتی چلی جاتی ہے بے خوف وخطر
شاعرِ آتش نفس کا خون کھولاتی ہوئی

اسرارالحق مجازؔ

سوالوں کے جواب لکھیے

1. حال و مستقبل کے دلکش خواب دکھانے سے کیا مطلب ہے؟
2. عظمتِ انسانیت کے زمزمے گانے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
3. مَرغزاروں میں دکھاتی جوئے شیریں کا خرام
وادیوں میں ابر کے مانند منڈلاتی ہوئی
اس شعر کا مطلب لکھیے۔

© NCERT not to be republished

علی سردار جعفری

(2000 – 1913)

سید علی سردار جعفری بلرام پور، ضلع گونڈہ، اتّر پردیش میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ، دہلی اور علی گڑھ میں تعلیم حاصل کی۔ طالب علمی کے زمانے سے ہی ترقی پسند تحریک میں شامل ہو گئے۔ لکھنؤ سے ایک رسالہ 'نیا ادب' نکالا۔ ممبئی میں مستقل سکونت اختیار کی اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔

سردار جعفری کی شاعری میں سیاسی، قومی شعور، قوّت اور توانائی، اُمنگ اور عوامی مسائل کی عکّاسی ملتی ہے اور انسان دوستی کے جذبات بھی نمایاں ہیں۔ انھوں نے ظلم اور نا انصافی کے خلاف آواز اُٹھائی۔ طبقاتی کشمکش ان کی نظموں کا خاص موضوع ہے۔ 'نئی دنیا کو سلام'، 'خون کی لکیر'، 'ایشیا جاگ اُٹھا'، 'امن کا ستارہ'، 'پتّھر کی دیوار' اور 'ایک خواب اور' ان کے شعری مجموعے ہیں۔ نثر میں بھی ان کی کئی کتابیں ہیں۔ ان میں 'ترقی پسند ادب'، 'لکھنؤ کی پانچ راتیں' اور 'پیغمبرانِ سُخن' معروف ہیں۔

© NCERT not to be republished

میرا سفر

پھر اک دن ایسا آئے گا
آنکھوں کے دیے بجھ جائیں گے
ہاتھوں کے کنول کُمھلائیں گے
اور برگِ زباں سے نُطق و صدا
کی ہر تِتلی اُڑ جائے گی
اک کالے سمندر کی تہہ میں
کلیوں کی طرح سے کھلتی ہوئی
پھولوں کی طرح سے ہنستی ہوئی
ساری شکلیں کھو جائیں گی
خوں کی گردش، دل کی دھڑکن
سب راگنیاں سوجائیں گی
اور نیلی فضا کی مخمل پر
ہنستی ہوئی ہیرے کی یہ کنی
یہ میری جنّت ، میری زمیں
اس کی صبحیں، اس کی شامیں
بے جانے ہوئے،بے سمجھے ہوئے
اک مُشتِ غبارِ انساں پر
شبنم کی طرح رو جائیں گی
ہر چیز بُھلادی جائے گی

© NCERT not to be republished

یادوں کے حسیں بُت خانے سے
ہر چیز اُٹھادی جائے گی
پھر کوئی نہیں یہ پوچھے گا
سرداؔر کہاں ہے محفل میں؟
لیکن میں یہاں پھر آؤں گا
بچّوں کے دہن سے بولوں گا
چڑیوں کی زباں سے گاؤں گا
جب بیج ہنسیں گے دھرتی میں
اور کونپلیں اپنی اُنگلی سے
مٹّی کی تہوں کو چھیڑیں گی
میں پتّی پتّی، کلی کلی
اپنی آنکھیں پھر کھولوں گا
سرسبز ہتھیلی پر لے کر
شبنم کے قطرے تولوں گا
میں رنگِ حنا آہنگِ غزل
اندازِ سخن بن جاؤں گا
رخسارِ عروسِ نو کی طرح
ہر آنچل سے چھَن جاؤں گا
جاڑوں کی ہوائیں دامن میں
جب فصلِ خزاں کو لائیں گی
رَہرو کے جواں قدموں کے تلے

© NCERT not to be republished

سوکھے ہوئے پتّوں سے میری
ہنسنے کی صدائیں آئیں گی
دھرتی کی سنہری سب ندیاں
آکاش کی نیلی سب جھیلیں
ہستی سے مِری بھر جائیں گی
اور سارا زمانہ دیکھے گا
ہر قصّہ مرا افسانہ ہے
ہر عاشق ہے سردارؔ یہاں
ہر معشوقہ سلطانہ ہے
میں ایک گریزاں لمحہ ہوں
ایّام کے افسوں خانے میں
میں ایک تڑپتا قطرہ ہوں
مصروفِ سفر جو رہتا ہے
ماضی کی صراحی کے دل سے
مستقبل کے پیمانے میں
میں سوتا ہوں اور جاگتا ہوں
اور جاگ کے پھر سوجاتا ہوں
صدیوں کا پرانا کھیل ہوں میں
میں مَر کے امر ہوجاتا ہوں!

سردارؔ جعفری

© NCERT not to be republished

سوالوں کے جواب لکھیے

1. اس نظم میں شاعر نے زندگی کی کس حقیقت کو واضح کیا ہے؟
2. ہر عاشق ہے سردار یہاں

ہر معشوقہ سلطانہ ہے

مندرجہ بالا شعر میں سردار اور سلطانہ کون ہیں؟ شاعر نے ان دو ناموں کو بیان کر کے، کیا کہنے کی کوشش کی ہے؟

3. یہ نظم آپ کو کیسی لگی؟ لکھیے۔

© NCERT not to be republished

جاں نثار اختؔر

(1976 – 1914)

سیّد جاں نثار حسین رضوی نام، اختؔر تخلص تھا۔ آبائی وطن قصبہ خیر آباد، ضلع سیتا پور، اتر پردیش تھا۔ لیکن جاں نثار اختؔر کی پیدائش 1914 میں گوالیار میں ہوئی۔ ان کے والد مُضطر خیر آبادی اور تایا بسمؔل خیر آبادی دونوں شاعر تھے۔ جاں نثار اختؔر نے دسویں جماعت تک تعلیم گوالیار کے وکٹوریہ کالجیئٹ ہائی اسکول میں حاصل کی۔ علی گڑھ سے بی۔ اے۔ کیا۔ 18/اگست 1976 کو ممبئی میں دل کا دورہ پڑنے سے اُن کا انتقال ہوگیا۔

جاں نثار اختؔر کا شمار اردو کے اہم ترقّی پسند شاعروں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے نظمیں، غزلیں اور رباعیاں کہی ہیں۔ ان کی نظمیں بہت پُر اثر ہیں۔ وطنی، قومی اور سیاسی نظموں میں ان کے جذبات اور لہجے کی لطافت کا احساس ہوتا ہے۔ ''سلاسل''، ''تارِ گریباں''، ''نذرِ بُتاں''، ''جاوِداں''، ''گھر آنگن''، ''خاکِ دل'' اور ''پچھلے پہر'' ان کے شعری مجموعے ہیں۔ انھوں نے بہت سی فلموں کے گیت بھی لکھے۔

© NCERT not to be republished

اِتّحاد

یہ دیس کہ ہندو اور مُسلم تہذیبوں کا شیرازہ ہے
صدیوں پُرانی بات ہے یہ ، پر آج بھی کتنی تازہ ہے
تاریخ ہے اس کی، ایک عمل تحلیلوں کا ترکیبوں کا
سمبندھ وہ دو آدرشوں کا، سنجوگ وہ دو تہذیبوں کا
وہ ایک تڑپ ، وہ ایک لگن، کچھ کھونے کی، کچھ پانے کی
وہ ایک طلب، دو روحوں کے اک قالب میں ڈھل جانے کی
یوں ایک تجلّی جاگ اٹھی نظروں میں حقیقت والوں کی
جس طرح حدیں مل جاتی ہوں دو سمت سے دو اُجیالوں کی
آوازۂ حق، جب لہرا کر بھکتی کا ترانہ بنتا ہے
یہ ربطِ بہم، یہ جذب دروں خود ایک زمانہ بنتا ہے
چِشتی کا، قطبؔ کا ہر نعرہ یک رنگی میں ڈھل جاتا ہے
ہر دل پہ کبیرؔ اور تلسیؔ کے دوہوں کا فسوں چل جاتا ہے
یہ فکر کی دولت روحانی وحدت کی لگن بن جاتی ہے
نانکؔ کا کبِت بن جاتی ہے، میراؔ کا بھجن بن جاتی ہے
دِل دِل سے جو ہم آہنگ ہوئے، اطوار ملے، انداز ملے
اک اور زباں تعمیر ہوئی، الفاظ سے جب الفاظ ملے
یہ فکرو ادب کی رعنائی، دُنیائے ادب کی جان بنی

© NCERT not to be republished

یہ میرؔ کا فن، چکبستؔ کی لَے، غالبؔ کا امر دیوان بنی
تہذیب کی اس یک جہتی کو اُردو کی شہادت کافی ہے
کچھ اور نشاں بھی ملتے ہیں، تھوڑی سی بصیرت کافی ہے
ٹھُمری کی رسیلی تانوں سے نغموں کی گھٹائیں آتی ہیں
چھِڑتا ہے ستار اب بھی جو کہیں، خسروؔ کی صدائیں آتی ہیں
ذہنوں کی گھٹن مِٹ جائے گی، انساں کا تفکّر جاگے گا
کل ایک مکمل وحدت کا بے باک تصور جاگے گا
تعمیر نئی وحدت ہوگی، مانَوتا کی بُنیادوں پر
اے ارضِ وطن! وِشواس تو کر اک بار ہمارے وعدوں پر
اس وحدت، اس یک جہتی کی تعمیر کا دن ہم لائیں گے
صدیوں کے سنہرے خوابوں کی تعبیر کا دن ہم لائیں گے

جاں نثار اختر

سوالوں کے جواب لکھیے

1. اس نظم میں شاعر کس دیس کی بات کر رہا ہے؟
2. شاعر نے ہندو اور مسلم تہذیبوں میں کیا کیا باتیں یکساں بتائی ہیں؟
3. تہذیب کی یک جہتی کسے کہا گیا ہے؟
4. شاعر نے نظم کے اخیر میں کس عزم کا اظہار کیا ہے؟

© NCERT not to be republished

اختر الایمان

(1995–1915)

اختر الایمان، نجیب آباد، ضلع بجنور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد کچھ مدّت تک وہ دلّی کالج میں زیرِ تعلیم رہے اور دہلی یونیورسٹی سے بی۔ اے۔ کیا۔ شروع میں محکمۂ سِول سپلائی میں کام کیا، کچھ مدّت تک آل انڈیا ریڈیو میں رہے، اس کے بعد ممبئی جا کر فلموں سے وابستہ ہو گئے۔ ان کی نظموں کے چھے مجموعے 'گرداب' (1943)، 'تاریک سیّارہ' (1946)، ایک منظوم تمثیل 'سب رنگ' (1948) 'آبِ جو' (1959)، 'یادیں' (1961)، 'بنتِ لمحات' (1969) 'نیا آہنگ' (1977) شائع ہو چکے ہیں۔ ان کا کلّیات 'سر و ساماں' 1984 میں منظرِ عام پر آیا۔ ان کی خود نوشت کا نام 'اس آباد خرابے میں' ہے۔ چوتھے مجموعے 'یادیں' پر 1962 میں انھیں ساہتیہ اکادمی ایوارڈ دیا گیا۔ اقبال اعزاز کے علاوہ متعدد صوبائی اکادمیوں نے بھی انہیں اعزازات اور انعامات سے نوازا۔

اختر الایمان کی نظموں میں ایک فلسفیانہ تجسّس کی کیفیت ملتی ہے۔ نظم نگاری میں انھوں نے اپنی راہ الگ بنائی ہے۔ نیکی اور بدی کی کش مکش، وقت کی اہمیت، خواب اور حقیقت کا تصادم اور انسانی رشتوں کی دھوپ چھاؤں اُن کے پسندیدہ موضوعات ہیں۔ وہ براہِ راست انداز کے بجائے رمزیہ انداز کے شاعر ہیں۔ ان کے یہاں خود کلامی اور مکالمے کی کیفیت ملتی ہے۔ اختر الایمان اردو نظم کے ممتاز شاعر تسلیم کیے جاتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

اعتماد

بولی خود سر ہوا، ایک ذرّہ ہے توٗ
یوں اُڑادوں گی میں، موجِ دریا بڑھی
بولی میرے لیے ایک تِنکا ہے تو
یوں بہادوں گی میں، آتشِ تُند کی
اک لپٹ نے کہا، میں جلاڈالوں گی
اور زمیں نے کہا میں نگل جاؤں گی
میں نے چہرے سے اپنے اُلٹ دی نقاب
اور ہنس کر کہا، میں سلیمان ہوں
ابنِ آدم ہوں میں، یعنی انسان ہوں

اختر الایمان

© NCERT not to be republished

سوالوں کے جواب لکھیے

1. خودسر ہوا نے ذرّے سے کیا کہا؟
2. وہ کون سی طاقتیں ہیں جو اس نظم میں انسان کو ڈرانے کی کوشش کر رہی ہیں؟
3. نظم کے ساتویں مصرعے میں 'میں' کی ضمیر کس کے لیے استعمال ہوئی ہے؟
4. شاعر نے انسان کی اہمیت کا احساس کس طرح دلایا ہے؟

نوٹ

© NCERT
not to be republished